امبریاسمین

فارسی ادب کی رومانوی داستانیں

Persian literature is one of the most richest literature of the world and love stories have always been a part of every literature. These types of stories are not only the love stories but they reflect the political and social values and customs of the era. Attar, Unsari, Firdousi, Nizami Ghanjavi, Jami and many other eminent poets have played an important role by writing such a classical love stories. This article is based on the general review of love stories in Persian literature.

ایران، یونان اور ہندوستان کو قدیم ترین تہذیب اور انسانی تمدّن کی سرزمین کہا جاتا ہے۔ جب انسان نے مل جل کر معاشرے کی شکل میں زندگی گزارنے کا ڈھنگ سیکھ لیا تو ادب وجود میں آیا، جو کسی بھی معاشرے کی تہذیب وتمدّن اور آداب و رسوم کی عکاسی کرتا ہے اور وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ زمانے کے رنگوں کو اپنے اندر سمیٹ لیتا ہے۔ مشہور عربی ضرب المثل ہے،''**الادب مثل الحربا**''(ادب گرگٹ کی طرح بدلتا ہے)۔

دنیا کی کئی بڑی تہذیبیں وجود میں آئیں لیکن وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ اُن کے نقوش مٹتے چلے گئے اور اِن تہذیبوں میں جنم لینے والے اہم واقعات نے تاریخ کی شکل اختیار کر لی۔ دنیا کے ہر ادب میں جہاں ہمیں عظمت، بہادری اور شہامت کے قصے ملتے ہیں، وہیں ان تہذیبوں میں پنپنے والی رومانوی داستانیں بھی ایک نسل سے دوسری نسل میں منتقل ہوتی نظر آتی ہیں۔ تخت ہزارہ کا رانجھا اور جھنگ کی ہیر سیال ہو یا سندھ کی ثقافت میں گندھی ہوئی محبت کی داستان سسّی پنوں، دریائے چناب کے کنارے پروان چڑھنے والی محبت سوہنی مہینوال ہو یا صحرائے تھر میں جنم لینے والی یکطرفہ محبت کی داستان عمرو ماروی، نجد کی سرزمین میں پرورش پانے والی عشقیہ داستان لیلیٰ ومجنوں ہو یا برصغیر کی سرزمین میں شہزادہ سلیم اور اُس کی کنیز انارکلی کی محبت کا قصہ، مغل بادشاہ شاہجہان اور ملکہ ممتاز محل کی لازوال محبت ہو یا مصر کی حسین وجمیل شہزادی قلوپطرہ اور رومن فوجی مارک انٹونی کی عشقیہ داستان، مغربی تہذیب میں پنپنے والے رومیو جولیٹ ہوں، یونانی دیومالائی قصوں میں پائے جانے والے یونانی کردار...... حقیقت یہ ہے کہ مذکورہ بالا رومانوی داستانیں ہمیشہ سے شاعروں، ادیبوں اور افسانہ نگاروں کی توجہ کا مرکز رہی ہیں اور تاریخ کے سفر میں محبت کی یہ داستانیں سینہ بہ سینہ آگے چلتی رہی ہیں۔ آج بھی لوگ محبت کے اِن لازوال کرداروں کو بطور مثال پیش کرتے ہیں۔ اگرچہ بعض داستانیں تحریری شکل میں نظر نہیں آتیں لیکن زبان زد خاص وعام ہیں۔ ایسی داستانیں اور قصے جو تحریری شکل میں موجود نہیں لیکن ہر دَور میں ادب کا حصہ رہی ہیں، ایرانی مصنف جمال میر صادقی اپنی کتاب ''ادبیات داستانی'' میں ایسے ہی قصے کہانیوں کی تعریف کچھ اِس طرح کرتے ہیں:

> **''قصه ها شکلی ساده و ابتدایی دارند و ساختمانی نقلی و روایتی. زبان اغلب آن ها نزدیک به گفتار و محاورۀ عام مردم و پر از اصطلاح ها و لغات و ضرب المثل های عامیانه است. در واقع نگارش قصه ها، غالباً ادیبانه نیست و زبان معمول و رایج زمان**

در نوشتن قصه ها به کار گرفته شده است.''(۱)

ترجمہ: ''قصے سادہ اور ابتدائی شکل رکھتے ہیں، جن کا ڈھانچہ بیانی اور روایتی ہوتا ہے۔ اِن کی زبان اکثر عام طبقے کے لوگوں کی زبان ہوتی ہے جو عام اصطلاحات، لغات اور ضرب الامثال پر مبنی ہوتی ہے۔ عموماً اِن قصوں کو تحریر کرتے ہوئے ادیبانہ زبان کا استعمال نہیں کیا جاتا، بلکہ اُس وقت کی رائج اور مستعمل زبان میں تحریر کیے جاتے ہیں۔''

ایرانی ادب بھی ایسے ہی رومانوی قصے، کہانیوں اور داستانوں سے لبریز ہے جو نہ صرف دو افراد کے درمیان محبت کی کہانی پر مبنی ہے بلکہ اُس دَور کے سیاسی، سماجی، اخلاقی اور مذہبی حالات و واقعات کی عکاس بھی ہیں۔ یہ داستانیں خواہ بکتاش و رابعہ کی ہوں یا وامق و عذرا، بیژن و منیژہ ہوں یا ہمای و ہمایون، خسرو و شیرین ہوں یا یک داماد و سہ عروس، داستان یوسف و زلیخا ہوں یا رستم و تہمینہ اور نل و دمن کی عشقیہ داستانیں۔ اِسی طرح کی بے شمار داستانیں ہمیشہ سے ایرانی مصنّفین اور شعراء کی توجہ کا مرکز رہی ہیں۔

مندرجہ بالا داستانوں میں سے چند کا ذکر کرتے ہیں جو آج بھی فارسی ادب کا خوبصورت حصہ ہیں۔

داستان بکتاش و رابعہ کو شیخ فریدالدین عطار نے، جو چھٹی صدی ہجری کے مشہور عارف و صوفی تھے، اپنی عارفانہ تصنیف ''الٰہی نامہ'' میں تحریر کیا ہے۔ رابعہ بنت کعب قزداری، جسے فارسی کی پہلی خاتون شاعرہ کہا جاتا ہے، کعب (امیر بلخ) کی انتہائی خوبصورت اکلوتی بیٹی اور اپنی طبع سخن کی بنا پر ہر دلعزیز تھی۔ جب والد کی وفات کا وقت قریب آیا تو والد نے اپنے بیٹے حارث کو اپنا جانشین مقرر کرتے ہوئے بیٹی کو بھائی کے سپرد کیا۔ حارث نے تخت سلطنت سنبھالتے ہی ایک بہت بڑا جشن برپا کیا، جس میں اُس کے تمام غلام اور چاکر بھی شامل تھے۔ رابعہ بھی اِس جشن کی رنگینوں کو محل کی چھت سے دیکھتی ہے کہ اچانک اُس کی نظر بھائی کے غلام بکتاش پر پڑتی ہے جو رباب بجانے اور نغمہ سرائی میں مشغول ہوتا ہے۔ رابعہ اس نوجوان کو دیکھتے ہی اُس کے عشق میں گرفتار ہو جاتی ہے۔ کچھ عرصہ تک یہ راز چھپا رہتا ہے اور آخر کار رابعہ اپنا رازِ دل اپنی کنیز کو سناتی ہے اور پھر اُسی کنیز کے وسیلے سے بکتاش کو خط لکھ کر اپنے حالِ دل سے آگاہ کرتی ہے۔ بکتاش خط پڑھتے ہی محبت کا جواب گرمجوشی سے دیتا ہے اور اِس طرح بکتاش اور رابعہ کی محبت پروان چڑھنے لگی ہے۔ رابعہ اپنی عشقیہ غزلیں لکھ کر بکتاش کو بھجواتی رہتی ہے۔ ایک روز اتفاقاً رابعہ باغ میں غزل سرا ہوتی ہے کہ بھائی اُس کا حالِ دل سن لیتا ہے اور بہن سے بدگمان ہو جاتا ہے۔

اِسی دوران حارث کے ملک اُس کا ایک دشمن سخت ترین فوج کے ساتھ حملہ آور ہوتا ہے۔ بکتاش اِس جنگ میں حارث کا بھرپور ساتھ دیتا ہے اور اپنی جان کی پروانہ کرتے ہوئے بے مثال جرأت کا مظاہرہ کرتا ہے، حتیٰ کہ جنگ کے دوران زخمی ہو جاتا ہے۔ اِس جنگ میں شاہ بخارا بھی حارث کی مدد کرتا ہے۔ رابعہ کو جب بکتاش کے زخمی ہونے کی خبر ملتی ہے تو وہ پھر بکتاش کو خط لکھتی ہے۔ یہ خط بکتاش کے زخموں کے لیے مرہم کا کام دیتا ہے اور وہ جلد ہی صحت یاب ہو جاتا ہے۔ ایک روز اتفاقاً رابعہ اپنے ہم عصر رودکی شاعر سے ملتی ہے، جو اُس کی طبع لطیف اور حسنِ شعر سے بہت متاثر ہوتا ہے۔ جب اسے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ رابعہ ایک غلام کے عشق میں گرفتار ہے تو وہ رابعہ کے شعروں میں پائے جانے والے سوز سے آگاہ ہوتا ہے۔ ایک روز رودکی شاعر شاہ بخارا کے دربار میں موجود ہوتا ہے کہ حارث بھی شاہ بخارا کے دربار میں جنگ میں کی جانے والی مدد کا شکریہ ادا کرنے کے لیے آتا ہے۔ شاہ بخارا رودکی سے شعر سنانے کی فرمائش کرتا ہے۔ رودکی خوبصورت غزلیات پڑھتا ہے اور اس طرح محفل خوب گرم ہو جاتی ہے۔ شاہ بخارا اشعار میں پائے جانے والے سوز سے متاثر ہو کر رودکی سے شاعر کا نام پوچھتا ہے۔ رودکی حارث کی محفل میں موجودگی سے بے خبر شاہ بخارا کو بتلاتا ہے کہ یہ خوبصورت اشعار رابعہ بنت کعب کے ہیں جو اپنے غلام کے عشق میں گرفتار ہے۔

حارث یہ خبر سنتے ہی غصے میں اپنے شہر واپس لوٹا ہے، تاکہ بہن کو جان سے مار ڈالے اور اِس شرمندگی سے نجات حاصل

کر سکے۔ دوسری جانب بکتاش، جو رابعہ کے تمام خطوط کو ایک زیور کے ڈبے میں چھپائے محفوظ رکھتا ہے، بکتاش کا ایک بدخصلت، لالچی دوست زیور کی لالچ میں وہ ڈبہ چرا لیتا ہے۔ جب ڈبہ کھولنے پر اُسے رابعہ کے خطوط ملتے ہیں تو وہ رابعہ کے بھائی حارث کے پاس لے جاتا ہے تا کہ بھائی کو بہن کی محبت کا علم ہو سکے۔ حارث اِن خطوط کو دیکھتے ہی ایک بار پھر سے بھڑک اٹھتا ہے اور بہن کو قتل کر ڈالنے کا منصوبہ بناتا ہے اور بکتاش کو ایک کنویں میں قید کر دیتا ہے۔

حارث کے حکم پر جلاد رابعہ کو گرم حمام میں لے جاتے ہیں اور رابعہ کے دونوں ہاتھوں کی رگیں کاٹ کر حمام میں چھوڑ دیتے ہیں۔ آہستہ آہستہ رابعہ کے بدن سے خون نکلنا شروع ہو جاتا ہے۔ رابعہ اپنی انگشت سے اپنے ہی خون کے ساتھ، حمام کی دیوار پر خون کا آخری قطرہ بہہ جانے تک اشعار لکھتی ہے۔ یہاں تک کہ دیوار کا کوئی حصہ باقی نہیں رہتا جو رابعہ کے خون سے رنگین نہ ہوا ہو، اور بالآخر رابعہ دَم توڑ جاتی ہے۔

مرا بی تو سر آمد زندگانی
منت رفتم تو جاویدان بمانی(۲)

(تیرے ہجر میں میری عمر تمام ہو گئی، تو ہمیشہ سلامت رہے، میں تو جا رہی ہوں)۔

اگلے روز جب حمام کا دروازہ کھولا جاتا ہے تو خون سے لت پت رابعہ کو غسل دے کر سپردِ خاک کر دیا جاتا ہے۔ جیسے ہی اِس قتل کی خبر بکتاش کو ہوتی ہے، وہ کنویں سے فرار ہو کر حارث کے گھر کے باہر اپنا سر تن سے جدا کر لیتا ہے اور رابعہ کی قبر کے سرہانے دَم توڑ دیتا ہے۔(۳)

نبودش صبری بی یار یگانہ
بدو پیوست و کوتہ شد فسانہ(۴)

(اپنے اکلوتے یار کے ہجر میں اُسے صبر و قرار نہ مل سکا، وہ بھی اُس سے جا ملا اور قصہ تمام)۔

ایرانی ادب کی ایک اور خوبصورت داستان ''وامق و عذرا'' ہے۔ یہ داستان یونانی عشقیہ داستانوں سے ماخوذ ہے۔ اصل داستان سریانی زبان میں موجود ہے، جسے ایرانی شاعر عنصری نے پہلی مرتبہ نظم کی شکل میں تحریر کیا، جو بعد ازاں عالمی شہرت حاصل کرتے ہوئے ایرانی، ترک اور برصغیر کے شعراء اور ادیبوں کی توجہ کا مرکز بنی۔ داستان کچھ یوں ہے کہ وامق نامی ایک نوجوان خواب میں ایک خوبصورت لڑکی کا دیدار کرتا ہے اور ایک انجانے عشق میں گرفتار ہو جاتا ہے۔ وامق اُس پری چہرہ کے عشق میں اس قدر دیوانہ ہو جاتا ہے کہ اُس کے والدین اُس کی بگڑتی ہوئی حالت پر سخت پریشان ہو جاتے ہیں۔ اس کا دل بہلانے کے لیے طرح طرح کے حربوں کو استعمال کیا جاتا ہے، یہاں تک کہ اُس کے لیے ایک شکار کا پروگرام بھی ترتیب دیا جاتا ہے، لیکن کوئی بھی تفریح اُس کے دل کو شاد نہیں کرتی۔ آخر کار وہ تخت و تاج کو چھوڑ کر صحراؤں کا رُخ کرتا ہے اور اسی حالت میں وادیٔ کشمیر میں جا نکلتا ہے۔ اِس وادی میں وہ عذرا نامی ایک حسین دوشیزہ سے ملتا ہے جو اُس کے خواب کی تعبیر ہوتی ہے۔ دونوں ایک دوسرے کو دیکھتے ہی محبت میں گرفتار ہو جاتے ہیں اور ملاقاتوں کا ایک سلسلہ چل نکلتا ہے۔ عذرا رسوائی کے ڈر سے بچنے کے لیے وامق کو باغبان کے طور پر اپنے گھر میں رکھ لیتی ہے۔ وامق اور عذرا کے عشق کی خبر کسی طرح عذرا کی ماں کو ہو جاتی ہے اور وہ وامق کو گھر سے نکال کر عذرا کی شادی زبردستی اُس کے چچا زاد سے کروا دیتی ہے۔ عذرا اِس شادی کو قبول نہیں کرتی اور اپنے شوہر سے علیحدگی اختیار کر لیتی ہے۔ دوسری جانب جب وامق کو عذرا کی شادی کی خبر ملتی ہے اور اُسے عذرا کو پانے کی کوئی امید نظر نہیں آتی تو وہ دنیا کو بیکار خیال کرتے ہوئے اپنی جان دے دیتا ہے۔ عذرا، جسے والدین نے گھر میں قید کر رکھا ہوتا ہے، وامق کی موت کی خبر سنتے ہی قید سے رہائی کا چارہ ڈھونڈتی ہے اور موقع پاتے ہی قید سے فرار ہو جاتی ہے اور وامق کی قبر کے سرہانے اپنی زندگی کا خاتمہ کر لیتی ہے۔(۵)

فارسی ادب کی ایک اور دلچسپ داستان بیژن اور منیژہ ہے، جسے حکیم ابوالقاسم فردوسی نے چوتھی صدی ہجری میں اپنی گرانقدر تصنیف ''شاہنامہ فردوسی'' میں تحریر کیا۔ کئی سو سال گزرنے کے باوجود بھی شاہنامہ کی مقبولیت میں کمی نہیں آئی اور اس میں بیان کی جانے والی رزمیہ اور بزمیہ داستانیں آج بھی شہرت اور محبوبیت کا مرکز ہیں۔ داستان بیژن و منیژہ کو فردوسی نے انتہائی خوبصورت انداز میں پیش کیا ہے۔

بیژن (ایرانی پہلوان) گیو اور بانِ گشسب کی تنہا اولاد تھا اور منیژہ شاہ توران افراسیاب کی خوبصورت بیٹی۔ ایران اور توران کے بادشاہوں کی سخت ترین دشمنی دونوں کے آڑے آ جاتی ہے اور دونوں ملکوں کی حسادت اور دشمنی کو بالآخر ایرانی پہلوان رستم انجام تک پہنچاتا ہے۔ محبت کا یہ قصہ ایرانی بادشاہ کیخسرو (اساطیری بادشاہ) کے زمانے میں پیش آیا۔ داستان کچھ یوں ہے کہ بیژن کیخسرو بادشاہ کے حکم کے مطابق گرازان کو تباہ کرنے کے لیے گرگین میلاد (ایرانی پہلوان) کے ہمراہ ارمانیا کے صحراؤں میں، جو ایران اور توران کی سرحد پر واقع تھا، جاتا ہے۔ دونوں سرحد پر پہنچتے ہی توران کی سرزمین پر برپا رقص وسرود کی محفل دیکھتے ہیں، جس میں افراسیاب کی بیٹی اپنی کنیزوں کے ساتھ مست ہوتی ہے۔ بیژن گرگین میلاد کے اُکسانے پر اِس محفل میں شریک ہو جاتا ہے، جہاں منیژہ، بیژن کو دیکھتے ہی اُس کے عشق میں گرفتار ہو جاتی ہے اور بیژن کے ساتھ مے نوشی کے بعد بیژن کو بے ہوشی کی حالت میں اپنے محل میں لے جاتی ہے۔

چو بیدار شد بیژن و ہوش یافت
نگار سمن بر در آغوش یافت [۶]

(جب بیژن بیدار ہوا اور ہوش میں آیا تو اپنے آپ کو ایک خوبصورت محبوب کی آغوش میں پایا)۔

منیژہ چند روز تک بیژن کو اپنے محل میں چھپائے رکھتی ہے اور اس طرح دونوں ایک دوسرے کے عشق میں گرفتار ہو جاتے ہیں۔ اسی دوران افراسیاب کو محل میں موجود بیژن کی خبر ملتی ہے تو وہ اپنے بھائی گرسیوز کی مدد سے بیژن کو ایک تاریک کنویں میں بھاری بیڑیوں کے ساتھ قید کر دیتا ہے۔ دوسری جانب گرگین میلاد، جو بیژن پر اس مصیبت کا باعث بنتا ہے، ایران کی سرزمین میں واپس لوٹ کر کیخسرو بادشاہ سے جھوٹ بولتا ہے کہ بیژن توران کی سرزمین میں گم ہو گیا ہے، مگر یہ خبر کیخسرو کے لیے ناقابلِ یقین ہوتی ہے اور وہ گرگین میلا د کو اس گمشدگی کا باعث قرار دیتے ہوئے اُسے قید خانے میں ڈال دیتا ہے۔

بیژن کو تلاش کرنے کے لیے سب سے پہلے اُس کا والد گیو، توران کی سرزمین میں جاتا ہے، لیکن ناکام واپس لوٹتا ہے اور کیخسرو سے اپنے بیٹے کو تلاش کیے جانے کی درخواست کرتا ہے۔ کہتے ہیں کہ خود کیخسرو جشن نوروز کے موقع پر جام جہان نما میں بیژن کو توران کی سرزمین میں قید ایک کنویں میں دیکھتا ہے۔ اور اِس طرح رستم (بہادر ایرانی پہلوان) کو بیژن کی قید سے رہائی کے لیے سرزمین توران جانے کا حکم دیتا ہے۔ رستم اپنے لشکر کے ساتھ تاجروں کے بھیس میں توران کی سرزمین میں داخل ہوتا ہے۔ چند روز کے بعد منیژہ کو جب ایرانی تاجر رستم کی آمد کی خبر ملتی ہے تو منیژہ اس ایرانی تاجر کے پاس پہنچ جاتی ہے اور اُس سے ایران کی سرزمین اور بیژن کے بارے میں پوچھتی ہے۔ لیکن رستم اپنے آپ کو صرف ایک تاجر ظاہر کرتے ہوئے بیژن سے لاعلمی کا اظہار کرتا ہے اور منیژہ کو سختی سے ڈانٹ دیتا ہے۔ لیکن منیژہ اس تاجر کو ایرانی باشندہ جان کر اُسے بیژن کی اسارت کی خبر دیتی ہے، تاکہ وہ ایران کی سرزمین پر واپس لوٹ کر کیخسرو بادشاہ کو اِس واقعہ سے آگاہ کرے اور اس طرح بیژن کی رہائی میں مدد مل سکے۔ منیژہ روتے ہوئے جب ایرانی تاجر پر یہ راز آشکار کرتی ہے کہ وہ خود افراسیاب کی بیٹی منیژہ ہے اور بیژن کی مدد کرنا چاہتی ہے تو رستم اُس کی مدد کو تیار ہو جاتا ہے۔ رستم منیژہ کو حکم دیتا ہے کہ بیژن کو بھیجنے کے لیے ایک خوان تیار کرے اور اِس خوان میں موجود مرغ بریان میں رستم اپنی انگوٹھی چھپا دیتا ہے تاکہ بیژن کو رستم کی آمد کی خبر ہو سکے۔ جب منیژہ یہ کھانا بیژن تک پہنچاتی ہے تو بیژن مرغ بریان میں موجود رستم کی انگوٹھی پا کر بہت خوش ہوتا ہے۔ پھر ایک روز رستم منیژہ کی مدد سے رات

کے پچھلے پہر آگ جلا کر اُس تاریک کنویں تک پہنچتا ہے جہاں بیژن قید ہوتا ہے۔ کہتے ہیں کہ رستم کنویں پر موجود اُس بھاری پتھر کو تنہا سرکاتا ہے جسے سات پہلوان مل کر بھی نہ ہلا سکیں۔ اِس طرح رستم بیژن کو اُس تاریک کنویں سے باہر نکالتا ہے اور اُس کے جسم پر موجود بھاری زنجیروں سے اُسے رہا کرتا ہے۔ فردوسی کی اِس داستان میں توجہ طلب اخلاقی پہلو یہ ہے کہ رستم بیژن کو اِس شرط پر بیڑیوں سے آزاد کرتا ہے کہ وہ گرگین میلاد کو، جو بیژن پر اِس مصیبت کا باعث بنتا ہے، معاف کر دے گا۔

بعد ازاں رستم افراسیاب کے ایوان میں شبخون مارتا ہے اور اپنے لشکر اور سپاہیوں کی مدد سے افراسیاب بادشاہ کو شکست دیتا ہے۔ اور اِس طرح رستم فاتحانہ منیژہ اور بیژن کے ہمراہ ایران کی سرزمین پر واپس لوٹتا ہے۔ کیخسر و شاہ ایران اِس خوشی میں ایک جشن مناتا ہے۔ رستم کی خدمات کی قدردانی کرتا ہے اور بیژن کو قیمتی تحائف دیتا ہے تا کہ وہ منیژہ کو پیش کر سکے۔ (۷)

فارسی ادب کی ایک اور دلگداز داستان خسرو و شیرین ہے۔ برصغیر کے ادب میں اِس داستان کو شیرین فرہاد کے نام سے بھی بیان کیا جاتا ہے۔ فارسی ادب کے مشہور شاعر نظامی گنجوی نے اِسے اپنی شہرہ آفاق تصنیف ''پنج گنج'' یا ''خمسہ نظامی'' میں مثنوی کی شکل میں انتہائی خوبصورت انداز میں تحریر کیا ہے۔ داستان کچھ اس طرح ہے کہ خسرو پرویز ایران کا بادشاہ خواب میں ارمنستان کی ملکہ شیرین کو دیکھتا ہے اور اُس کے حسن سے متاثر ہو کر اُس سے ملنے کا تمنائی ہو جاتا ہے۔ خسرو پرویز اپنا یہ خواب اپنے دوست شاپور کو سناتا ہے اور دوست کے ہمراہ ملکہ شیرین سے ملنے مداین کا رُخ کرتا ہے۔ خسرو اور شیرین ایک دوسرے سے ملتے ہیں اور محفل جام و طرب برپا ہوتی ہے۔ دوسری جانب فرہاد نامی نوجوان، جو اپنے زمانے کا مشہور معمار ہوتا ہے، شیرین کے عشق میں گرفتار ہوتا ہے اور شیرین بھی فرہاد کو پسند کرتی ہے۔ جب اس قصے کا علم خسرو پرویز کو ہوتا ہے تو حسد کی آگ خسرو کے دل میں جنم لیتی ہے اور خسرو فرہاد کی جان کا دشمن ہو جاتا ہے۔ جب خسرو کو یہ معلوم ہوتا ہے کہ فرہاد کسی بھی طرح شیرین کے عشق سے دستبردار ہونے کو آمادہ نہیں تو فرہاد کو حکم دیتا ہے کہ اگر اُس کا عشق سچا ہے تو وہ بیستون کے پہاڑ سے پانی کی نہر کھود ڈالے۔ اور اگر وہ یہ کام کرنے میں کامیاب ہو گیا تو شیرین اُس کی ہو جائے گی۔ خسرو کے نزدیک یہ ایک انتہائی دشوار کام تھا، لیکن فرہاد کا سچا عشق پہاڑ سے نہر کھودنے میں کامیاب ہو جاتا ہے۔ اور رفتہ رفتہ یہ خبر پورے شہر میں پھیل جاتی ہے کہ فرہاد اپنے کام کو تکمیل تک پہنچا رہا ہے۔ جب خسرو تک یہ خبر پہنچتی ہے کہ فرہاد جلد ہی اپنے کام کو مکمل کرنے والا ہے تو خسرو، شیرین کی موت کی جھوٹی خبر فرہاد تک پہنچاتا ہے۔ فرہاد شیرین کی موت کی خبر سنتے ہی دیوانہ وار کلہاڑے کے پے در پے وار کر کے اپنے آپ کو ہلاک کر لیتا ہے۔

به زاری گفت کاوخ رنج بزدم   ندیده راحتی در رنج مردم ...
صلای عشق شیرین در جهان داد   زمین بر یاد او بوسیده و جان داد(۸)

(اُس نے روتے ہوئے کہا کہ افسوس کہ میں نے دکھ اٹھائے اور سکون میسر نہ ہوا اور میں نے دُکھوں میں جان دی۔ اُس نے دنیا میں شیرین کے عشق کا اعلان کیا، اُس کی یاد میں زمین چومی اور جان دے دی)۔

اِس موت کا شیرین پر بہت گہرا اثر ہوتا ہے اور وہ فرہاد کی موت کے غم میں سیاہ لباس زیب تن کرتی ہے اور غمزدہ ہو جاتی ہے۔ خسرو ایسے وقت میں شیرین کی دلجوئی کرتا ہے اور اُس غم میں شریک ہو کر اُسے اپنی محبت کا یقین دلاتا ہے اور اِس طرح شیرین، خسرو کی ہمدردی سے متاثر ہو کر اُس سے شادی کر لیتی ہے۔ (۹)

فارسی ادب کی ایک اور خوبصورت داستان یوسف و زلیخا ہے، جو درحقیقت ایک مذہبی داستان ہے اور جس کا ذکر تورات اور قرآن دونوں میں کیا گیا ہے۔ اس مذہبی داستان کو نورالدین عبدالرحمان جامی نے نظامی گنجوی کی تقلید پر اپنی کتاب ''تحفت اورنگ'' میں بڑے خوبصورت انداز میں بیان کیا ہے۔ اصل داستان کچھ یوں ہے کہ زلیخا، جو شاہ رعابیل طیموس کی حسین بیٹی تھی، ایک روز محوِ خواب تھی کہ ایک خوبصورت، بلند قامت مصری نوجوان کو خواب میں دیکھتی ہے۔ جب نیند سے بیدار ہوتی ہے

تو اُس خوبصورت شہزادے کو کوشش کے باوجود بھی بھلا نہیں پاتی۔ بظاہر ہنستی ہے لیکن دل میں عشق سما جاتا ہے۔

اِسی دوران زلیخا کے حسن کا چرچا دور دور تک جا پہنچتا ہے اور روم اور شام ہر جگہ سے اُس سے شادی کے خواہش مند تحائف بھیجنا شروع کر دیتے ہیں۔ لیکن زلیخا کی خواہش ہوتی ہے کہ وہ مصر کے نوجوان سے شادی کرے گی۔ زلیخا کے والد عزیز مصر کو پیام بھجواتے ہیں کہ اُن کی بیٹی کی خواہش ہے کہ وہ مصر کے نوجوان سے شادی کرے۔ عزیز مصر یہ خبر سنتے ہی شادی کا پیغام بھجواتا ہے اور اس طرح زلیخا کی شادی عزیز مصر کے ساتھ ہو جاتی ہے۔ جب زلیخا عزیز مصر سے ملتی ہے اور اُس پر یہ راز آشکار ہوتا ہے کہ عزیز مصر وہ شخص نہیں ہے جسے اُس نے خواب میں دیکھا تو وہ سخت غمگین ہو جاتی ہے۔

دوسری جانب یوسف فرزند حضرت یعقوبؑ بے مثال حسن کا مالک نوجوان ہے۔ اُس کا باپ اپنے باقی بیٹوں کے مقابلے میں یوسف سے خاص لگاؤ اور محبت رکھتا ہے، جس کی وجہ سے یوسف کے بھائی اُس سے حسد کرنے لگے ہیں، اور حسادت کی بنا پر یوسف کو ایک گہرے کنویں میں پھینک دیتے ہیں اور باپ پر یہ ظاہر کرتے ہیں کہ یوسف کو بھیڑیئے نے کھا لیا ہے۔ حضرت یعقوبؑ بیٹے کے غم میں اس قدر روتے ہیں کہ اُن کی بینائی چلی جاتی ہے۔ یوسف تین دن تک اُس گہرے کنویں میں قید رہتا ہے۔ چوتھے روز اتفاقاً ایک قافلہ، جو مداین سے مصر جا رہا ہوتا ہے، پانی کی تلاش میں کنویں کے قریب پہنچتا ہے تو ایک خوبصورت نوجوان کو کنویں میں قید پا کر کنویں سے باہر نکالتا ہے اور بازارِ مصر میں لا کر ارزاں قیمت پر فروخت کر دیتا ہے۔ مالک نامی شخص، جو یوسف کو خریدتا ہے، خوشی سے پھولے نہیں سماتا اور جلد ہی یوسف کی خوبصورتی کا شہرہ پورے مصر میں پھیل جاتا ہے۔ مالک یوسف کو فروخت کرنے کا اعلان کرتا ہے اور اِس طرح بازار مصر خریداروں سے بھر جاتا ہے۔ اتفاق سے زلیخا یوسف کو دیکھ لیتی ہے اور پہچان لیتی ہے کہ یہ تو وہی نوجوان ہے جسے اُس نے خواب میں دیکھا تھا۔ زلیخا کے کہنے پر عزیز مصر، یوسف کو بحیثیت غلام خرید لیتا ہے۔

غلامی میں آنے کے بعد زلیخا یوسف کا ہر طرح سے خیال رکھتی ہے۔ قیمتی لباس، خوش ذائقہ پکوان اور رہنے کے لیے خوبصورت حجرہ فراہم کرتی ہے تا کہ یوسف اُس کی طرف مائل ہو۔ زلیخا کی تمام تر کوشش کے باوجود یوسف دلسردی کا مظاہرہ کرتا ہے، اور کہتا ہے کہ وہ اُس کا زرخرید غلام ہے اور وہ کبھی بھی اُس کے شوہر کی امانت میں خیانت نہیں کرے گا۔ زلیخا اِس پاداش میں یوسف کو زندان میں ڈلوا دیتی ہے۔ اِسی دوران یوسف جب عزیز مصر کے ایک خواب کی تعبیر بتاتا ہے تو عزیز مصر اُسے قید سے آزاد کر دیتا ہے۔ اور یہاں تک کہ زلیخا خود بھی یوسف کی بے گناہی کا اقرار اِن الفاظ میں کرتی ہے:

بگفتا نیست یوسف را گناھی — منم در عشق او گم کردہ راھی
نخست اورا بہ وصل خویش خواندم — چو کام من نداد از پیش راندم (۱۰)

(وہ بول اٹھی کہ یوسف کا کوئی گناہ نہیں، میں ہی اُس کے عشق میں راستہ بھول گئی تھی۔ پہلے اُسے وصل کی دعوت دی، جب مقصد پورا نہ ہوا تو خود سے دُور کر دیا)۔

عزیز مصر یوسف سے خواب کی تعبیر سنتے ہی اُسے تخت اور زَر سے نوازتا ہے۔ کچھ ہی عرصے میں عزیز مصر کی رحلت ہو جاتی ہے۔ عزیز مصر کی وفات کے بعد زلیخا کا نصیب تاریکی میں گھر جاتا ہے، لیکن یوسف کی محبت دل سے نہیں جاتی۔ زلیخا یوسف کے انتظار میں بوڑھی ہو جاتی ہے۔ اِسی دوران مصر میں شدید قحط پڑتا ہے۔ یوسف کے بھائی گندم کی تلاش میں یوسف کے پاس آ نکلتے ہیں۔ یوسف اپنے بھائی بنیامین کو گندم کی چوری کے الزام میں پکڑ لیتا ہے اور اپنی قمیص اپنے والد یعقوب کو بھجواتا ہے۔ حضرت یعقوبؑ پیراہن کی خوشبو سے یوسف کو پہچان لیتے ہیں اور لباس کو اپنی آنکھوں پر پھرتے ہیں، جس سے اُن کی کھوئی ہوئی بینائی لوٹ آتی ہے اور اِس طرح باپ اور بیٹا ایک دوسرے سے ملتے ہیں۔ زلیخا خدا کے حکم پر حضرت یوسفؑ کی دعا سے دوبارہ جوان ہو جاتی ہے، اور اِس طرح یوسف اور زلیخا کا عقد ہو جاتا ہے۔ (۱۱)

میری طرف سے صبا کہیو میرے یوسف سے
نکل چکی ہے بہت پیرہن سے بو تیری

حوالہ جات

۱۔ جمال میر صادقی، ''ادبیات داستانی''، پبلی کیشنز آسمان، تہران، ص ۶۱

۲۔ زہرای خانلری، ڈاکٹر، ''داستانہای دل انگیز ادبیات فارسی''، بنیاد فرہنگ ایران، ص ۹

۳۔ ایضاً، خلاصہ داستان

۴۔ ایضاً، ص ۹

۵۔ طاہرہ صدیقی، ڈاکٹر، ''داستان سرایی فارسی در شبہ قارہ در دورہ تیموریان''، مرکز تحقیقات فارسی ایران و پاکستان، اسلام آباد، ۱۹۹۹ء، خلاصہ داستان

۶۔ بہ تصحیح محمد رمضانی، شاہنامہ فردوسی، جلد دوم، ناشر کلالہ خاور انتشارہ یہدہ، ۱۳۶۵ش، ص ۳۳۱

۷۔ ایضاً، خلاصہ داستان

۸۔ بہ تصحیح وتحشیہ حسن وحید دستگردی، ''سبعہ حکیم نظامی''، جلد دوم، ناشر علی اکبر علمی، شرکت چاپ وانتشار علمی، ۱۳۶۳ش، ص ۲۵۷، ۲۵۸

۹۔ ایضاً، خلاصہ داستان

۱۰۔ زہرای خانلری، ڈاکٹر، ''داستانہای دل انگیز ادبیات فارسی''، ص ۱۸۲

۱۱۔ خاوری شیرازی بخط عباس منظوری، ''یوسف وزلیخا (احسن القصص)''، انتشارات نوید، چاپخانہ پیکان، شیراز، ۱۳۲۹ش، خلاصہ داستان